حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

عدل ومساوات کا اسلامی تصور اور باہمی تعلق: تعارفی مطالعہ

The Islamic Concept of Justice and Equality: An Introductory Study

☆ڈاکٹر سنبل اشرف

اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی، لاہور۔

☆☆ڈاکٹر صدف سلطان

ڈاکٹر صدف سلطان، اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج فار ویمن یونیورسٹی، لاہور۔

Abstract
Islam introduced the concept of justice and equality. Which was also practiced by the Holy Prophet Muhammad SAW and thus indulged to the lives of mankind. Before Islam, there was not any remarkable concept of justice and equality in the world. Now days, due to lack of knowledge there is considered no difference between Basic Islamic Concept of Justice and the Court system in Islam. It is obvious that these two are entirely different. Another misconception is worth discussion over here which is now days very common that people think that the Islam is a religion of equality between the people in every matter. But honestly, this is not very true. Because, Islam surely appeals for the equality among the society but only on the basis of justice. In Islam, the justice is the name of equality between the people in which the the acquisition of the properties of human nature are in balance and concordance. The basic socialism is also a part of these characteristics. So, it can be said that justice is the real combination of both materialistic of life and its fundamentalism and maintains no difference between them. This defines life as mutual aid, harmony sympathy and equality at the same time**.**

Keywords: Justice, Equality, Unity, Nature, Dignity

تعارف

عدل کے متعلق اسلام کا نظریہ اس دین کے نظریہ حیات سے مستنبط ہے اور اس کے کل کا ایک جزو ہے جسے خالق کائنات نے حق، میزان، صدق، عدل اور قسط سے تعبیر کیا ہے اس سے یہ تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح کائنات عدل وانصاف کے ستونوں پہ قائم ہے بالکل اسی طرح انسانی زندگی کی بقاء اور اس کے امن وسکون کا انحصار بھی قیام عدل پر ہے۔ گویا عدل ایک ایسا دائرہ ہے جس میں انسان کی زندگی کو ہر طرح کے مسائل کا حل میسر ہے اور اس سے فرار کا نام ظلم ہے۔ ظلم عدل کی ضد ہے جس جگہ عدل نہیں ہو گا تو اس کی جگہ ظلم لے لے گا اور نتیجہ بربادی کی صورت میں نکلے گا عدل وانصاف کے راستے سے ہٹ جانا خودکشی، خودسوزی کے مترادف ہے۔ جیسے ایک ستارہ جو کہ اپنے مرکز اور مقررہ راستے سے ہٹ جائے تو پھر وہ شہاب ثاقب بن کر اپنے مستقر بلکہ خود اپنی ذات کے لئے تباہ کن ہوتا ہے۔ یہ کائنات عدل تکوینی کا ایک سدا بہار اور زندۂ جاوید خزانہ ہے۔ اس جہاں کی ساری نعمتیں عدل تکوینی کے باعث ہیں۔ زمین کے خزانے اور فضا کے انعامات سبھی تناسب وتوازن کے باعث ہمیں میسر ہیں۔ فطرت کا یہ مستقل ضابطہ اور قاعدہ ہے کہ جو چیز تناسب اور توازن کو اختیار کر کے عدل تکوینی کا مظہر بن جائے گی، وہ انسانیت کے لئے رنگارنگ اور متنوع فوائد اور ثمرات پیش کرے گی اور جن اجزائے کائنات میں سے عدل گستری اور توازن وتناسب کا یہ حسن ختم ہو جائے گا، وہ انسانیت کے لئے فائدے کی بجائے نقصان کا موجب ہوں گے۔

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

☆ **عدل کی تفہیم**

عدل کے لغوی واصطلاحی معنی کی وضاحت کرتے ہوئے الفراھیدی کہتے ہیں:

العَدلُ:المرضِیُ مِنَ النَّاسِ قولُهُ وَ حُکمُهُ

"عدل یہ ہے کہ جو لوگوں کے درمیان ان کی مرضی اور ان کے حکم سے ہو"

یعَدِلُ: یحکُمُ بالحقّ والعدل ۔''عدل کرنا یہ ہے کہ حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے''**والعادِلُ:المُشرِکُ الَّذِی یَعدِلُ بِرَبِّهِ**"اور عادل وہ ہے جو مشرک ہے یعنی اپنے رب کے ساتھ عدل کرتا ہے"**والعِدلان: الحملان علی الدّابة من جانبین**۔"اور عدل یہ ہے کہ چوپایہ پر اس کی دونوں جانب سے ایک جیسا وزن ڈالا جائے"**والعَدلُ: نقیض الجَور**."عدل ظلم کو توڑتا ہے"**و رجل وامرأة عَد ل سواء**۔[1]"مرد اور عورت دونوں عدل میں برابر ہیں "

ان مفاہیم سے واضح ہوتا ہے کہ عدل سے مراد لوگوں کے درمیان مکمل حق اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق فیصلے کرنا ہے اور ایک چوپایہ کی مثال دی کہ اس کے دونوں اطراف برابر کا وزن رکھا جانا عدل ہے یعنی توازن کو برقرار رکھنا عدل ہے۔عدل کی رُو سے انسانوں میں مساوات ہے جیسا کہ عدل میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں مزید یہ کہ عدل ہر قسم کے ظلم کو ختم کرتا ہے اور عدل چونکہ برابری کا تقاضا کرتا ہے تو پھر مشرک بھی عادل ہونے کی خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہے جیسا کہ وہ اپنے رب کے ساتھ عدل کرتا ہے کیونکہ وہ دوسروں کو بھی رب کے ساتھ برابر ٹھہراتا ہے۔

عدل کے بارے میں محمد مرتضیٰ الزبیدی کچھ یوں رقمطراز ہیں:

العدالة والمعدلةلفظ یقتضی المساواة.

"عدل کرنے کی جگہ یعنی عدالت کا لفظ مساوات کا تقاضا کرتا ہے"۔

عدل: الحاکم فی الحکم.عدل یہ ہے کہ حاکم اپنے حکم میں انصاف کرے''**فهو عادل: هو یقتضی بالحق و یعدل وهو حکم عادل ذو معدلة فی حکمه**.پس وہ عادل ہے جو حق کے ساتھ عدل کے تقاضوں کو پورا کرے اور عدالت میں ہر حکم عدل کی بنا پر دے۔**عدل: بلفظ واحد و هذا أی الخیر**۔"عدل کے بارے میں اگر ایک لفظ کہا جائے تو وہ ہے خیر (بھلائی)"**العدل: بالنظر الی أصله و هو ضد الجور**.[2]"عدل کی اصل پہ نظر ڈالی جائے تو یہ ظلم کی ضد ہے "

انہوں نے بھی عدل کو انصاف، برابری، حق اور ظلم کی ضد قرار دیا۔اس کے ساتھ انہوں نے عدل کو بہت خوبصورت پیرائے میں بیان کیا جیسا کہ عدل کو 'خیر' قرار دیا یعنی عدل میں انسانیت کے لیئے مکمل بھلائی اور خیر ہے اور اگر انسان اس خیر کے راستے کو چھوڑ دے تو نتیجہ صرف شر کی صورت میں نکلے گا جو کہ انسانیت کو صرف بربادی کی طرف لے جائے گا۔

ابراھیم مصطفیٰ عدل کے بارے میں لکھتے ہیں:

عَدَلَ: المیزان و عدلَ السهم ."عدل تو ترازو ہے اور عدل ایسے ہے جیسے کسی تیر کو سیدھا پھینکنا''**عَدَل: عَدَلَ بِرَبِّه عَدلاً أشرک و سوّی به غیره**. "عدل برابری ہے جیسا کی مشرک اپنے رب کے ساتھ عدل کرتا ہے جب وہ کسی اور کو اس کے برابر ٹھہراتا ہے۔

العِدلُ: نصف الحِمل یکون علی أحد جَنبی البَعِیر.

---

[1]ابی عبد الرحمٰن الخلیل بن احمد، کتاب العین، دار احیاء التراث العربی، بیروت: لبنان،س۔ن،ص:609
[2]تاج العروس من جواہر القاموس،منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ،بیروت: لبنا ن،س۔ن،9/8

'' عدل یہ ہے کہ اونٹ کے ایک طرف آدھا اور دوسری طرف بھی آدھا وزن رکھا جائے تاکہ توازن قائم ہو ''

عَدل: اَلفِداء و فی التنزیل العزیز۔[3]**{ وَلاَ يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ }**[4]عدل سے مراد قربانی ہے اور جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ''اور ان سے اس روز کوئی بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

یہ بھی اپنے پیش کردہ مفاہیم میں باقی حضرات کی طرح عدل کو برابری، توازن اور انصاف قرار دیتے ہیں۔اس کے علاوہ یہ عدل کو ترازو کہتے ہیں یعنی ایسا پیمانہ جو چیزوں کا توازن قائم رکھے اور انہیں سیدھے اور صاف انداز میں قائم رکھے۔مزید وہ عدل کو قرآن پاک کی ایک آیت کا حوالہ دیتے ہوئے قربانی اور بدلہ قرار دیتے ہیں کہ جس میں ارشاد ربّانی ہے کی روز محشر کفّار سے کوئی بدلہ یا قربانی قبول نہیں کی جائے گی۔

عدل کے متعلق عبدالعزیز سیّد الاھل کہتے ہیں:

العَدل: اَلفِداء. قولہ تعالیٰ:**{ وَلاَ يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ }**[5]

'' عدل قربانی ہے ارشاد ربّانی ہے کہ ''اور ان سے کوئی بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا''

العَدل: الانصاف. قولہ تعالیٰ:**{ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُواْ }**[6]

'' عدل سے مراد انصاف ہے ارشاد ربّانی ہے کہ ''اور اگر تمھیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے''

العَدل: القیمہ قولہ تعالیٰ: **{ أَو عَدْلُ ذَلِكَ }**[7]

''عدل قائم رہنے کو کہا جاتا ہے ارشاد ربّانی ہے کہ ''یا وہ اس پر قائم رہیں ''

العَدل: شهادة أن لا اِلٰهَ اِلاَّالله.

'' عدل سے مراد ہے گواہی دینا جیسا کہ یہ گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں''

یعدِلُون أی یشرکون[8]. قولہ تعالیٰ:

{ وَالَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِالآخِرَةِ وَهُم بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ }[9]

''عدل کرنے والوں سے مراد ہے کہ وہ برابری کریں ارشاد ربّانی ہے کہ وہ لوگ جو یوم آخرت پہ یقین نہیں رکھتے اور جنھوں نے اپنے رب کے برابر دوسروں کو بھی سمجھا''۔

انہوں نے عدل کو انصاف، برابری، قربانی، اور بدلہ قرار دیا جیسا کہ ہم نے پہلے بھی دیکھا ہے اور اس کے ساتھ انہوں نے عدل کو قائم رہنے والا قرار دیا یعنی عدل اپنی ذات میں ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے یہ کسی بھی تناظر میں بدل نہیں سکتا اور اس پر قائم رہنے میں ہی انسانیت کی فلاح ہے۔اس کے علاوہ عدل کی ایک اور حیثیت بیان کی جس کے مطابق عدل سے مراد گواہی دینا ہے اور ایسی گواہی دینا جو کہ مکمل حق پر مبنی ہو جیسا کہ توحید کی گواہی دینا۔

لسان العرب میں ابن منظور عدل کے متعلق کچھ یوں رقمطراز ہیں:

اَلعَدل: ما قام فی النفوس أنه مستقیم و هو ضد الجور.

[3]المعجم الوسیط، مکتبہ دار الدعوة،استنبول: ترکی، س-ن،588/1
[4]البقرة2:123
[5]البقرة2:48
[6]النساء 4:3
[7]المائدہ5:95
[8]قاموس القرآن، مکتبہ دارلعلم للعلامین، بیروت،1977ء،317/8، 318
[9]الانعام 6:150

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

'' عدل یہ ہے کہ لوگ اس پر سیدھی طرح قائم رہیں اور یہ ظلم کی ضد ہے''

اَلعَدل: هوالّذی لا یمیل به الهوی'' .عدل سے مراد ہے کہ جو شخص عدل کرے اس میں وہ اپنی ذاتی خواہشات کی پیروی نہیں کرتا''۔**والعَدلُ مِنَ الناس: اَلمَرضِیُ قوله و حُکمُه''** .اور لوگوں کے درمیان عدل یہ ہے جوان کی مرضی اوران کے حکم سے ہو '' **والعَدلُ: عَدَلت بهٰذا عَد لاَ حَسَناَ''** اور عدل تو یہ حکم ہے کہ عدل کرو یہ عدل بہت خوبصورت ہے۔ **اَلعدل: تسویة الونین وهما العدلان۔**[10]عدل یہ ہے کہ جس میں دونوں کونوں میں بالکل برابری ہو۔

یہ مفاہیم بھی پہلے پیش کردہ مفاہیم کے ہی مطابق ہیں جیسا کہ عدل کو انصاف، برابری، توازن واعتدال اور ظلم کی ضد قرار دیا۔اس کے ساتھ انہوں نے عدل کرنے والے کی خصوصیت بیان کی کہ جب وہ عدل کرتا ہے تو اس میں اس کی ذاتی خواہشات کا بالکل عمل دخل نہیں ہوتا مزید یہ عدل کی مثال ایسے دیتے ہیں جیسا کہ دو کونے ہیں جو کہ آپس میں بالکل برابر ہوں یعنی برابری اور توازن کا تناسب عدل کا بنیادی خاصّہ ہیں۔ایک مقالہ نگار عدل کے بارے میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

> عدل:''برابر کے دو بوجھ جو لدّو جانور کے دونوں جانب لادے جائیں'' اس کے علاوہ ان کے نزدیک عدل سے مراد سیدھی راہ، بیچ کی راہ، توازن، غیر جانبداری، انصاف اور ایمانداری ہے۔[11]

سیّد قائم رضا نسیم عدل کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> عَدل:''انصاف اور ٹھیک ٹھیک فیصلہ'' مزید یہ عدل کو دادرسی کرنا، انصاف کرنا اور درست فیصلہ کرنا قرار دیتے ہیں۔[12]

مزید ایک مقالہ نگار عدل کے بارے میں کچھ یوں رقمطراز ہیں: عدل:''عدل کے معنی مستقیم، منصفانہ اور متوازن کے ہیں''عدل:''عدل سے مراد ہے پورا وزن'' مزید یہ کہتے ہیں کہ عدل کی اصطلاح اسم ذات اور اسم صفت دونوں صورتوں میں استعمال ہوتی ہے لیکن معنوں کے اعتبار سے یہ دونوں ایک دوسرے کے عین مطابق نہیں۔اسم ذات کے طور پر عدل کے معنی انصاف یا دادرسی کے ہیں اور اسم صفت کے مطابق اوپر بیان کر دیئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ عدل کی ایک تعریف جو کہ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں بروئے کار لائی گئی بیان کرتے ہیں کہ ''عَدل وہ ہے جس میں خیر کے رجحانات شر کے رجحانات پر غالب ہوں'' مختصراً عدل کا ترجمہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ :۔''عدل (عادل) ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کہ لازماً دین اسلام کے دیئے ہوئے مفہوم کے مطابق اچھے اخلاق رکھتا ہو یہ کیفیت یا حالت خواہ اس کے قدرتی رجحانات کا نتیجہ ہو خواہ وہ وہبی یا اکتسابی یا اسے قوت ارادی کے ذریعے حاصل کیا جائے بہرحال یہ مسئلہ منطقی طور پر متنازع فیہ ہے''۔اس اسم صفت کو اسم ذات کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی نیک اخلاق رکھنے والا شخص لئے جاتے ہیں۔[13]

مزید عدل کے بارے میں یہ کچھ اس طرح گویا ہیں کہ جدید تر مسلم ادیبوں میں عدل کی اصطلاح میں کچھ اور توسیع ہوئی ہے اور معاشی و معاشرتی انصاف کا مفہوم بھی اس میں شامل ہو گیا ہے لہٰذا یہ کسی فردِ واحد کی کیفیت عدالۃ تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں اجتماعی حالتِ انصاف بھی شامل ہو گئی ہے۔

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

---

[10]ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، مکتبہ دار صادر بیروت،ط: 3،1414ھ،ص: 430،432،433

[11]شان الحق حقی،فرہنگِ تلفّظ، مکتبہ مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد2012ء،ص: 701

[12]سیّد قائم رضا نسیم امروہوی، جامع نسیمُ الُّغات، مکتبہ شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ،پبلشرز، لاہور،ص: 93

[13]اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص: 4،5،6ملخصاً

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

عدل: عربی گرائمر کی رُو سے مصدر ہے۔یہ لفظ قرآن میں چھبیس مقامات پر بیان ہُوا ہے۔قرآن مجید میں عدل کو مزید برابری، نیک نیت، قیمت، مرد صالح اور حق وانصاف کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔اردو زبان میں عدل کے لئے عموماً انصاف کا لفظ مترادف کے بطور استعمال ہوتا ہے جو علمی اور لغوی اعتبار سے چنداں درست نہیں ہے انصاف کے معنی ''تنصیف یا نصف حصہ کرنے'' کے ہیں۔یوں اس سے مراد حقوق کو محض برابر تقسیم کر دینا ہے لیکن قرآن میں جو عدل کی اصطلاح ہے وہ محض مساویانہ تقسیم حقوق کا نام نہیں ہے کیونکہ مساوات مجرد انداز میں، خلاف فطرت امر ہے۔حقیقت میں عدل کا تقاضہ یہ ہے کہ مساوات کی بجائے توازن وتناسب قائم کیا جائے۔مساوات اگرچہ عدل کی رُو میں شامل ہیں جیسا کہ مدنی حقوق اور شہری آزادیوں میں یہ تصور موجود ہے مگر جہاں تک اولاد اور والدین کے درمیان معاشرتی مساوات کا تعلق ہے، یہ اخلاقاً درست نہیں ہے۔شریعت کی رُو سے عدل کا تقاضہ ہے کہ ہر فرد کے قانونی، آئینی، تمدّنی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی حقوق کو پوری ذمہ داری اور آخرت کی جوابدہی کے احساس کے ساتھ ادا کیا جائے۔[14]

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ عدل کے لغوی معنی ہیں برابر، سیدھا کرنا، توازن اور تناسب برقرار رکھنا، افراط و تفریط سے بچنا اور کسی شے کو دو برابر حصوں میں اس طرح تقسیم کرنا کہ ہر حصہ برابر ہو جائے کسی حصے میں ذرہ برابر بھی فرق نہ رہ جائے اس کو عربی میں عدل کہتے ہیں۔ان کے علاوہ عربی میں عدل کے لئے بہت سی اصطلاحات مستعمل ہیں جن میں حاتِم، حاکم، عَدل، قِسط (انصاف) اور اَلمُستَشار (ناصح) شامل ہیں۔گویا عدل کے معنی ہیں سیدھا کرنا، اُونچ نیچ کی تقسیم ختم کر دینا، باہم توازن قائم کر دینا، برابر تقسیم کرنا اور افراط و تفریط کے ہر طرح کے وہم کو دور کر دینا یعنی: "وَضَعَ شَيِ فِي مَحِلّه" ''کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا''۔مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھنا اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرنا عدل کہلاتا ہے۔اصطلاح میں عدل سے مراد معاشرے کے ہر فرد کو اس کا صحیح مقام دینا یعنی جو سزا و جزا کا حقدار ہے اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے۔اسلامی اصطلاح میں عدل کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ :''عدل افراط و تفریط کے درمیان ایک نقطہ مساوات ہے جو اطراف کو برابر رکھتا ہے اور حق پہ آکر رک جاتا ہے''

{إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ }[15]

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتے ہیں ''

یعنی اسلامی نظریے کے مطابق چیزوں کا ٹھیک اپنی جگہ اور حدود میں ہونا عدل ہے ہر جگہ ناپی تولی ہوئی برابری عدل نہیں ہوتی بلکہ حقوق کا توازن وتناسب کے کے ساتھ ادا کرنا عدل کہلاتا ہے۔یعنی اسلام میں عدل سے مراد ہر چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھنا ہے ساتھ ہی عدل کا تقاضا ہے کہ تمام لوگوں کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے اسلام عدل کو نیکی اور انسانی شخصیت کی ایک صفت قرار دیتا ہے ہی حقوق و فرائض کی تقسیم میں توازن کو برقرار رکھتے ہوئے مساوات کا درس دیتا ہے لیکن یہ تقسیم یکساں نہیں ہے بعض اوقات عدل دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی صورت میں عدم مساوات کی بنا پر قائم کیا جاتا ہے۔عدل انسانی زندگی کی بنیاد ہے اور انسانی معاشرے کا سب سے اہم ترین اصول ہے یہ انسانی زندگی کے ان تمام پہلوؤں کو اپنے احاطہ میں لاتا ہے جو کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ امن و موافقت کے ساتھ رہنے کے قابل بناتے ہیں آپ ﷺ کو بھیجنے کا بنیادی مقصد ہی دنیا میں عدل کا قیام تھا اور ہر طرح کی ناانصافی کا خاتمہ تھا اور انہوں نے عدل کا ایک بہت وسیع اور جامع تصور دیا جو کہ انسانوں کی سوچ اور عمل دونوں میں کارفرما ہوتا ہے۔

[14]سیّد قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی، ترجمہ ''العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام'' مترجم: ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور،2006ء
[15] النحل 16"90

شفیق احمد بلوچ لکھتے ہیں:

مساوات کے لغوی معنی "برابری" ہیں۔اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں ایک خدا کی مخلوق ہیں سب کی اصل ایک ہے کسی بھی انسان کی فطرت بری نہیں ہے وہ پیدائشی نیک ہے گناہگار نہیں ہے سب کا رسول، کعبہ، کتاب فرقان اور مقصد حیات ایک ہے۔ہر قوم میں ایک نبی آیا اور ہدایت کا یہ سلسلہ چلتے ہوئے آپ ﷺ تک پہنچا آپ ﷺ کی دعوت بھی وحدت اسلامیہ پر مشتمل تھی اور دعوت کی بنیاد یہ تھی کہ سب کا عقیدہ ایک ہے رنگ، ذات، قوم، ملک کا اختلاف کوئی شے نہیں لہذا کوئی قوم کسی دوسری قوم کا مذاق نہ اُڑائے کوئی انسان دوسرے کو حقیر نہ جانے حسن خلق ہی انسان کا امتیازی وصف ہے۔[16]

جیسا کہ قران کریم میں ہے:

{ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا }[17]

"اے لوگو اللہ سے ڈرتے رہو جس نے تم کو پیدا کیا ہے ایک جان سے اور پیدا کیا ہے اسی ایک جان سے اس کا جوڑا "

محمد رفیق چوہدری لکھتے ہیں: مندرجہ بالا آیت کریمہ انسانی مساوات کو مکمل طور پر واضح کرتی ہے اگر اس آیت کریمہ کے مفہوم پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ پہلا لفظ ہے { يَا } جس کا ترجمہ ہے 'اے' یعنی حرف ندا۔دوسرا لفظ ہے { أَيُّهَا } یہ انداز کسی کو قریب تر لانے میں اختیار ہوتا ہے مقصود یہ ہے کہ مخاطب پر یہ واضح کیا جائے کہ اللہ تعالی انہیں عزیز تصور کرتے ہوئے ان پر اپنے قرب کی راہیں کھولنا چاہتا ہے بلا امتیاز ہر انسان یہ قرب حاصل کر سکتا ہے یعنی جذبہ انصاف اخلاق ربّانی ہے۔یہ انسانی مساوات کے قیام کا پہلا اعلان اور برہان ہے۔

{ اتَّقُواْ } سیرت کو سنوارنے کا انداز یہ دیتا ہے کہ بندہ خدائے ذوالجلال والاکرام کو اپنا محبوب مطلق جانے اور عملی طور پر ہر وہ کام کرے جس سے وہ راضی ہوں اور ہر اس کام سے کنارہ کشی اختیار کرے جو ان کی ناراضی کا سبب بنے یعنی اللہ تعالی کی رضامندی و ناراضی کا خیال باقی ہر بات پہ حاوی ہونا چاہئے۔اسی کو تقوی کہتے ہیں یہ مساوات انسانی کی ایک واضح دلیل ہے۔

{ رَبَّكُمُ } سے مراد ہے تمھارا پروردگار۔عربی لغت کی رُو سے اس کے مفاہیم ہیں پیدا کرنے والا، نشوونما پہنچانے والا، کمال پر پہنچانے والا۔یعنی تمام بنی نوع انسان کا پروردگار اور کارساز ایک ہے یہ بھی مساوات کی ایک واضح دلیل ہے۔

{ خَلَقَكُم } مراد جس نے تخلیق کیا۔یعنی تمام انسانیت کا خالق ایک ہے تو گویا مساوات کی اس دلیل سے تمام بنی نوع انسان کا یکساں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

{ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ } کا مفہوم یعنی سب کی اصل ایک ہے۔

{ مِنْهَا زَوْجَهَا } مراد اسی اصل سے اس کا جوڑ پیدا کیا۔یہاں زوج کے مقابلے میں زوجہ نہیں لائے زوج ہم خیال کو کہتے ہیں یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ عورت بھی نسل انسانی سے ہے یہ مساوات انسانی کی ایک اہم دلیل ہے یعنی مرد و عورت اپنی اصل اور جنس کی مناسبت سے بالکل ایک جیسے ہیں۔[18] ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

{ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا }[19]

[16] شفیق احمد بلوچ، عدل وامن،ساہیوال پرنٹنگ پریس، ساہیوال،2009ء،ص:19،20 ملخصاً۔
[17] النساء 4:1
[18] محمد رفیق چوہدری، اسلام اور نظریہ مساوات مرد و زن،ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور،س۔ن،ص:77،79 ملخصاً
[19] الحجرات 13:49

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور ہم نے رکھی ہیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو''

یہاں بھی خطاب تمام بنی نوع انسان سے ہے بغیر نسلی، قبائلی معیار کے سب کو یکساں مخاطب کرتے ہوئے ان کی پیدائش کی مثال دی گئی وہ یہ کہ بنی نوع انسان ایک ہی فطرت پر ہیں اور دنیا میں جو مختلف قبائل اور قومیں ہیں وہ فقط ان کے باہمی تعارف کی خاطر ہیں۔ یہاں ہر قسم کے نسلی و قبائلی تفاخر کا جڑ سے خاتمہ کر دیا گیا جس سے یہ وضاحت ہو گئی کہ کوئی بھی انسان کسی رنگ، نسل، قوم، قبیلہ، مال و دولت اور طاقت کی ایماء پر ہر گز کسی سے بہتر یا برتر نہیں ہے۔ اور مزید بہتر ہونے کا پیمانہ مقرر کر دیا گیا یعنی انسانوں کو اگر ایک دوسرے سے بہتر سمجھا جائے تو صرف اور صرف ان کا تقوٰی ہے جس کی بدولت وہ دوسروں کی نسبت بہتر کہلا سکتے ہیں مگر وہ بھی اپنے رب کے نزدیک بہتر کہلائیں گے ہاں دنیا میں ان کی شرافت و تقوٰی کی تعریف اور عزت کی جا سکتی ہے۔

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

نوع انسانی میں وحدت مساوات کا یہ سبق اپنے اندر انتہائی اہم اور دُور رس نتائج سموئے ہوئے ہے یہ نظریہ کہ ہر مرد و عورت کی اصل ایک ہے اور ہر گورے، کالے کا باپ ایک ہے اس نظریئے سے باقی تمام باطل عقائد کا خود بخود رد ہو جاتا ہے جو کہ دیگر مذاہب جیسے یہودیت، عیسایئت، ہندومت اور بدھ دھرم وغیرہ میں پائے جاتے ہیں یہ عقائد جو کہ تمام نسل انسانی کو ذلت کی بنا پر چھوٹے بڑے طبقات میں تقسیم ہیں اور نتیجہ نفرت وعداوت کی صورت میں نکلتا ہے۔ ان سب کا رد اسلام انتہائی منطق اور استدلال سے کرتا ہے کہ تمام بنی نوع انسان ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو تصور ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے متعلق ہر گز بھی تفاخر یا احساس کم تری کا شکار نہیں ہوتے بلکہ برابری اور باہمی الفت و عزت کے جذبات رکھتے ہیں۔ جب اسلام کی دعوت بلند کی گئی تو انسانیت مساوات کے لفظ سے ناآشنا تھی یہ تو ایک حقیقت ہے کہ باقی مذاہب اپنے اپنے خود ساختہ برتری و کمتری کے نظریات کے مطابق جی رہے تھے ان معاشروں میں اعلیٰ درجہ پر فائز طبقہ نچلے طبقوں پر انسانیت سوز سلوک کرنے میں حق بجانب سمجھا جاتا تھا۔ ایسے حالات میں جب اسلام کی روشنی سے دنیا منّور ہوئی تو اس نے دنیا کو مساوات کے تصور سے آشنا کیا اس نظریئے کی رو سے اسلام نے مبداو معاد اور موت وزندگی میں حقوق وفرائض کے باب میں، قانون کے سامنے دنیا میں اور اللہ تعالی کے سامنے دنیا و آخرت دونوں میں الغرض ہر جگہ ہر حیثیت سے تمام انسانوں کو مساوی قرار دیا اور بتایا کہ عمل صالح کے سوا فضیلت و امتیاز کا کوئی اور معیار مقرر نہیں ہے عزت وشرف اگر ہے تو ان کے لئے جو زیادہ متقی اور پاکباز ہوں۔ یہ انسانیت کی وہ معراج تھی جس کی تاریخ بنی نوع انسان میں اور کوئی مثال موجود نہیں اور اب یہ وہ چوٹی ہے جس کی بلندیوں کو انسان کبھی نہ چھو سکا بلکہ یہ انسانیت کی میلاد ثانی تھی جس میں ایک بلند تر انسان نے جنم لیا یہ وہ مقام بلند تھا جس سے بعد کے ادوار میں انسانیت نیچے گر گئی اور جس پر اگر وہ دوبارہ پہنچ سکتی ہے تو اسی طرز زندگی کے زیر سایہ پہنچ سکتی ہے۔[20]

جیسا کہ فرمان الہیٰ ہے:

{ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ }[21]

'' بلاشبہ اللہ تعالی کے ہاں تم میں سے عزت والا وہ ہے جو کہ پرہیز گار ہے''

رب باری تعالی نے حضرت آدمؑ سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی برگزیدہ پیغمبرؑ بھیجے ان سب کے ذمہ داری اس وقت کے لوگوں کی ہدایت تھی لہٰذا انہوں نے مخصوص لوگوں کو ہی مخاطب کیا، جبکہ نبی آخر الزمان رسول اللہ ﷺ کو بلا تفریق کل انسانیت کی رہنمائی کی ذمہ داری تفویض ہوئی، آپ ﷺ ایھا الناس کہہ کر خطاب فرمایا کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کی دعوت انسانیت کے واسطے ہے رسول اللہ ﷺ کے سوا

[20] قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی،ترجمہ ''العدالۃ الا جتماعیۃ فی الاسلام،مترجم:ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی،اسلامک پبلی کیشز، لاہور، 1982ء،ص: 149

[21] الحجرات 13:49

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

کسی بھی نبیؑ نے کافۃ للناس کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے تاحیات بلا تفریق لوگوں کو عدل و مساوات کا درس دیا اور سب کو ایک مقام پہ لا کھڑا کیا، رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دن ایک لاکھ صحابہ کرامؓ کے مقدس اجتماع میں ارشاد فرمایا کہ آج میں تمام قسم کے نسبی فخر کو مٹاتا ہوں اور آئندہ کسی مسلمان کے پاس یہ اختیار نہیں کہ وہ جاہلیت کے دعویٰ کو دوبارہ زندہ کرے مزید فرمایا: جابر بن عبداللہؓ:

((یایھا الناس ان ربکم واحد و ان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقویٰ)) [22]

''جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے آگاہ رہو، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی سفید فام کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں برتری کا پیمانہ فقط پرہیز گاری ہے ''

حصول فرمان نبوی ﷺ یہ ہے کہ جغرافیہ اور رنگ و نسل کے لحاظ سے کوئی گروہ دوسرے گروہ پر برتر نہیں برتری کا معیار صرف کردار کی بہتری ہے اگر دنیا رسول اللہ ﷺ کی ان تعلیمات کی پیروی کرے تو کائنات کو وہ امن وراحت نصیب ہو جائے جس کی جستجو کے لئے وہ بے چین ہے۔ محمد رفیق لکھتے ہیں: مساوات کے متعلق تعلیمات نبوی ﷺ کے چند اہم پہلو پیش خدمت ہیں:

وحدت: حضرت آدمؑ کی اولاد ہونے کے ناطے تمام انسانوں کی اصل، خدا، رسول، قرآن اور مقصد حیات ایک ہے۔ جس کے نتیجے میں حُسن خلق ہی انسان کا امتیازی وصف ہے اور جو بھی انسانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرے وہ بنی آدم کا دشمن ہے۔ انہی تعلیمات کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے قبائل عرب کی دیرینہ نسلی و قبائلی عصبیت اور نفرت و عداوت کو ختم کر کے باہمی الفت و محبت کی بنا پر ایک پاکیزہ معاشرے کی بنیاد رکھی جو کہ تمام عالم میں ایک مثالی معاشرہ ہے اور اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ آج بھی اس معاشرے کے قیام کو یقینی امر بنانے سے انسانیت ہر طرح سے فلاح پائے گی۔

فطرت: انسان فطرتاً برا نہیں ہے نہ ہی پیدائشی گناہگار ہے بلکہ پیدائشی طور پر وہ نیک ہے۔ اس کا ضمیر اسے برائی سے روک دیتا ہے انسان کو کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے ناامیدی ہر حال میں کفر ہے۔ جیسا کہ عرب کی حالت دیکھ کر کون یہ کہ سکتا تھا کہ وہ نیک ہی نہیں بلکہ نیکوں کے امام ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ بہت پستی میں تھے مگر حضور ﷺ کی کوششوں نے ثابت کیا کہ عرب سونا تھے کندن تھے اسلام کی بھٹی نے تمام میل کو صاف کیا تو وہ آفتاب کی مانند چمک اٹھے الغرض انسانی اخلاق کے لئے موت سے بدتر یہ بات ہے کہ انسان نیک نہیں ہو سکتا اور نوید حیات یہ بات کہ انسان نیک ہے اسکی اصل فطرت اچھی ہے بدی ایک بیرونی اثر ہے اور وہ زائل ہو سکتا ہے۔

حُریّت: انسانوں پر ان کے خالق نے خاص کرم کرتے ہوئے یہ احسان کیا کہ وہ آزاد ہیں جیسا کہ انسان کو مجبوراً مسلمان بنانا منافی اسلام ہے قادر مطلق ہونے کے باوجود مالک نے انسانوں کو یہ آزادی دی کہ یہ ان کی صوابدید ہے کہ دائرہ اسلام میں آئیں یا انکار کر کے کفر اختیار کریں اگر اسے جبر منظور ہوتا تو کرّہ ارض پر کوئی کافر نہیں ہوتا۔ بنیادی نکتہ یہ ہے انسان اپنی رائے میں صراحت سے کام لے وہ قول کا سچا ہو منافقت کو اسی لئے لعنت قرار دیا کہ اس میں انسان اپنے اوپر ظلم کرتا ہے یعنی نفس پہ جبر کرتا ہے مسلمان منافق نہیں ہوتا۔ یعنی انسان کو اپنے رب کی طرف سے مکمل آزادی فکر اور آزادی عمل حاصل ہے جو کہ تمام انسانوں کو برابری اور عزت کا درجہ عطا کرتی ہے اور یہ معراج انسانیت ہے۔ گویا اسلام دنیا کی بنائی ہوئی وطنی، لسانی یا نسلی قومیتوں کے تصور کو بالکل رد کرتا ہے اور اس کے بجائے انسان کو ایک عالمگیر وحدت کے رشتے میں پروتا ہے اور اسے ایک اکائی تصور کرتا ہے اور اتنی بات مانتا ہے کہ اجتماعی زندگی کے ارتقاء و نشو نما کے لئے قوموں اور گروہوں کا وجود ایک معاشرتی اہمیت ضرور رکھتا ہے مگر یہ

[22] احمد بن حنبل، الامام، ابی عبد اللہ الشیبانی (164-241ھ)مسند الامام احمد بن حنبل، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، 1994-1415/14 ھ،رقم الحدیث:22978، 580/6

عارضی اہمیت حق و ناحق کا پیمانہ نہیں ہے اور نہ ہی حمیت، عصبیت اس درجہ ہونی چاہیئے کہ وہ دوسروں کی حق تلفی کا سبب بن جائے۔[23] جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

{وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ }[24]

''تمھاری زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں جاننے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں''

اور اس طرح ہمیشہ کے لئے عصبیت کا قلع قمع کر دیا اور قانونی و معاشرتی مساوات کا مکمل تصور دیا جس کے مطابق تمام انسانوں کو برابری کی بنیاد پر بنیادی انسانی حقوق ملتے ہیں اور وہ ایک صحتمند زندگی گزارنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اگر ہم روزمرّہ زندگی کی بات کریں تو تین قسم کی مساوات دیکھنے کو ملتی ہیں یعنی قانونی مساوات، معاشرتی مساوات، معاشی مساوات شامل ہیں اب ان کا مختصر جائزہ پیش ہے۔

ا۔ قانونی مساوات

حیدر زمان صدیقی رقمطراز ہیں: قانونی مساوات کے ضمن میں اسلامی ریاست پر آئین و قانون کا نفاذ لازم ہے۔ عدلیہ تمام افراد اور معاشرہ میں بلا تفریق انصاف کی فراہمی یقینی بنائے۔ مضبوط و کمزور اور حکمران و رعایا آئین میں مساوی ہوں۔ اسلامی ریاست کی بنیاد ہی انصاف کی فراہمی ہے۔ اسلامی ریاست کا کوئی شہری قانون سے بالاتر نہیں حتٰی کہ منتظم اعلیٰ بھی قانون سے مُستثنیٰ نہیں۔ قرآن مجید نے حضور ﷺ کو قانون پر ایمان لانے والا کہا ہے:[25]

{آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ}[26]

''رسول ایمان لائے اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی، مومنین بھی اس پر ایمان لائے''

اسلامی نظام میں غریب اور امیر کے لئے دو مختلف عدالتی نظام نہیں پائے جاتے۔ یہاں خدائے ذوالجلال اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو قانونی نظام دیا گیا وہ سب پر یکساں جاری و نافذ ہوتا ہے۔ خواہ وہ امیر المؤمنین ہو یا بوجھ اٹھانے والا مزدور ہو۔ ایک دفعہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی جرم ثابت ہو جانے پہ حضور ﷺ نے قطع ید کا حکم دیا وہ عورت چونکہ اعلیٰ خاندانی حیثیت کی تھی تو بااثر افراد نے سوچا کہ اس عورت کو سزا ملنے سے ان کی عزت پہ حرف آئے گا تو انھوں نے آپ ﷺ سے سفارش کرنے کے متعلق سوچا اب معاملہ یہ درپیش تھا کہ سفارش کون کرے کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی تو پھر اس کام کے لئے حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ کو چنا گیا وہ تب کم عمر تھے اور آپ ﷺ کو بہت عزیز تھے۔ جب انھوں نے آپ ﷺ سے سفارش کی تو آپ ﷺ جلال میں آ گئے اور فرمایا:

((انما أهلك الذين قبلكم انهم كانو اذا سرق فيهم الشريف تركوه،و اذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد، وايم الله! لو أن فاطمة بنت محمد ﷺ سرقت لقطعت يدها))[27]

''تم سے پہلے کی قومیں اس لئے تباہ ہو گئیں کہ وہ اپنے میں سے کمزور لوگوں کو جرم کرنے پہ سزائیں دیا کرتی تھیں جبکہ اپنے میں سے بااثر افراد کو جرم کرنے پہ چھوڑ دیا کرتی تھیں اللہ تعالیٰ کی قسم جو میری حیات کا مالک ہے اگر اس خاتون کی جگہ میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کے لئے بھی قطع ید کا حکم دیتا''۔

---

[23] محمد رفیق چوہدری، اسلام اور نظریہ مساوات مرد و زن،ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور،س۔ن،ص: 84-88 ملخصاً

[24] الروم 22:30

[25] حیدر زمان صدیقی، اسلامی نظریہ اجتماع، نفیس اکیڈمی، کراچی: پاکستان،ط:1،1938ء،ص:198

[26] البقرۃ2:285

[27] مسلم،الامام، ابی الحسین بن حجاج بن مسلم القشیری النیسابوری (204ھ-261ھ)صحیح مسلم،دار السلام للنشر والتوزیح،الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، محرم 1421ھ-اپریل 2000م،کتاب الحدود، باب: قطع السارق الشریف وغیرہ، والنھی عن الشفاعۃ فی الحدود،رقم الحدیث: 4410، ص:748

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

حضور نبی کریم ﷺ کے اس بے لاگ عدل سے ایسی شاندار نظیر قائم ہوئی جو تا قیامت انسانیت کی ہدایت کے ضمن میں نادر نمونہ ہے کہ عدل کا نفاذ کرتے کوئی پیارا کوئی عزیز رکاوٹ نہیں بن سکتا اور اس کے ساتھ اقوام کی ترقی کا واضح اصول بیان فرمادیا کہ کسی بھی معاشرے کی ترقی و فلاح کا راز عدل میں مضمر ہے۔

۲۔ معاشرتی مساوات

اسلامی ریاست اپنے شہریوں میں معاشرتی مساوات کی قائل ہے۔ وہ ان تفریقات کو تسلیم نہیں کرتی جو ذات، قبیلہ ،خون اور پیشہ کی بناپر وجود میں آئیں۔ اسلامی ریاست ان تمام جاہلی امتیازات کو یکسر مٹا دینے کے لئے قائم ہوئی۔ اس کی نظر میں وہ تمام شہری یکساں حیثیت کے مالک ہیں جو شہریت کی شرائط پوری کر رہے ہیں۔ معاشرتی اعتبار سے یہ سب لوگ برابر ہیں۔ اسلامی ریاست چونکہ ظاہری اعمال سے متعلق مکلف ہے اس لئے اگر امتیاز کرتی بھی ہے تو اس خدائی معیار کے مطابق جسے اچھائی اور برائی کی صورت میں واضح فرمایا گیا۔ قرآن حکیم میں ہے:

{يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ}[28]

''اور تمہیں مختلف شاخوں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کر دیا ہے کہ تم میں آپس میں شناخت ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں عزت والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہو''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لا اسود علی ابیض ولا لا ابیض علی اسود فضل الا بالتقویٰ))[29]

''کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی برتری حاصل ہے، ساری برتریاں کردار و عمل پر مبنی ہیں ''

انسانی مساوات کے انہی اصولوں پر رسول اللہ ﷺ نے عالمی سطح پر عادلانہ، جمہوری معاشرہ کا آغاز فرمایا اور بعد ازاں یہی ضوابط عالمی جمہوریت و مساوات کی بنیاد بنے جس کا عملی مظاہرہ ہمیں خلافت راشدہ کے سنہری ادوار میں ملتا ہے، اسوہ حسنہ کی عملی تعلیمات نے بنی نوع انسان کو علاقائی، نسلی اور لسانی تقسیم کے چنگل سے آزاد کر دیا جن سے ایسی ریاست وجود میں آتی ہے جو معاشرتی مساوات کو قائم رکھتی اور اپنے انتظامی اختیارات سے مصنوعی ممیزات کو ختم کرتی ہے۔

۳۔ معاشی مساوات

اسلامی ریاست معاشی مساوات کا مکمل لحاظ رکھتی ہے۔ لیکن معاشی مساوات میں یہ تمام ریاستوں سے منفرد نظریہ رکھتی ہے۔ موجودہ عہد کی بعض ریاستیں مساوات کا دعویٰ کرتی ہیں لیکن حقیقی مساوات سے نابلد ہیں۔ اسلامی مساوات کا مطلب ہے کہ معاشی میدان میں کام کرنے کے مساوی مواقع مہیّا کئے جائیں اور تقسیم زر میں کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے۔ اسلامی عدل کا نظام اس بات کا متقاضی ہے کہ ریاست لاوارث، مجبور افراد کی کفالت کرے اس عمومی حق کے متعلق فرمان نبوی ﷺ ہے:

---

[28] الحجرات 13:49

[29] مسند الامام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: 22978، 580/6

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

((ابو ہریرة ؓ عن رسول اللہ ﷺ: ((انا اولیٰ الناس بالمؤ منین فی کتاب اللہ عزوجل، فایکم ما ترک دینا او ضیعة فا دعونی، فانا ولیه، و ایکم ما ترک مالا فلیؤثر بماله عصبته، من کان)) [30]

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ کے مطابق دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مسلمانوں کا زیادہ ولی میں ہوں، سو جو تم میں سے قرض یا بال بچے چھوڑ کر فوت ہوا تو مجھے بلاؤ، ان کا کفیل میں ہوں اور جو آدمی مال چھوڑ کر فوت ہوا تو اس کے جو بھی ورثاء ہیں وہ اس کا مال لے لیں ''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((من ترک مالا فللورثة و من ترک کلّا فالینا)) [31]

''جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے اور جس نے بال بچے چھوڑے ہیں وہ ہمارے ذمہ ہیں ''

غلام رسول چیمہ کے مطابق: ریاست کا فریضہ ہے کہ جس طرح لاوارث کی جائیداد کی مالک بنتی ہے اسی طرح وہ قرض اور دیت کی صورت میں بھی ذمہ دار ہوا گر شہری بیوی بچے چھوڑ کر مرتا ہے تو ریاست ان کی بھی کفیل ہو گی۔ حق معیشت میں مساوی ہونے کا مطلب درجات معیشت میں مساوی ہونا نہیں ،درجات معیشت میں تفاوت قدرتی امر ہے،اصول کی بات یہ نہیں کہ تمام افراد کے لئے سامان معیشت ایک ہی طرح کا ہو مگر یہ لازم ہے کہ موجود سبھی کے لئے ہونا چاہیئے مزید برآں درجات کا یہ تفاوت متوازن سطح پر قائم ہو ،کسی حالت میں بھی وہ لوگوں کے درمیان وجہ تعدی کا باعث نہ بنے۔ارشاد ربّانی ہے کہ دنیوی زندگی میں ہم نے لوگوں کی معیشت ان کے درمیان تقسیم کر دی ہے اور اس کو اس طرح دی کہ بعض کو بعض پر درجہ معیشت میں بلندی حاصل ہے۔ بہر حال درجات معیشت کا تفاوت فطری ہے، لیکن اس کو اعتدال پر رکھنا اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ہر انسان کو اس کا جائز حق ملے تا کہ معاشرے میں افراط و تفریط کا خاتمہ ہو سکے۔[32]

☆تصور عدل میں مساوات کا حقیقی وجود یا صورت

ہمارے ہاں عموماًایک بات کہی جاتی ہے کہ اسلام انسانوں کے درمیان ہر پہلو میں مساوات کا قائل ہے جبکہ اصولی طور پر یہ ایک غلط فہمی ہے اسلام بہت صراحت کے ساتھ مساوات کا درس تو ضرور دیتا ہے لیکن یہ اسے عدل کے مساوی قرار نہیں دیتا نہ ہی عدل کی طرح حیات کے تمام پہلوؤں پر اس کا درس دیتا ہے بلکہ معاشرے میں عدل کی بنیاد پر مساوات کی تقسیم کرتا ہے اسلامی عدل اجتماعی کا تصور نہایت جامع اور وسیع ہے، مساوات اس کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ محمد بخش سلیم کہتے ہیں: بعض لوگ عدل کے معنی واقف نہیں اس لئے وہ مساوات کا عمومی مفہوم سمجھتے ہوئے غلط فہمی کا شکار ہیں کیونکہ عدل کا تصور کُلی طور پر مساوات کے برابر لینا سراسر کم فہمی ہے مزید یہ دانش و فراست کے بھی بر خلاف ہے کیونکہ عدل کے مطابق تو ہر چیز کو اس کے اصل محل کے مطابق استعمال کرنا ہے۔ آدمی کو آدمی کے حقوق جبکہ خاتون کو خاتون کے حقوق دینا عدل ہے ان دونوں میں مکمل طور پر برابری ہونا عدل کے منافی ہے۔ مساوات کا لفظ اسلام کی زندگی میں جابجا نظر آتا ہے عام طور پر مساوات کو عدل کا ہم معنی تصور کیا جاتا ہے مگر زندگی میں ایسے مقام بھی آجاتے ہیں جہاں عدل مساوات کے منافی نظر آتا ہے مثلاً صدر کی تنخواہ اور ایک عام چپڑاسی کی تنخواہ میں موجود

[30]مسلم،الامام، ابی الحسین بن حجاج بن مسلم القشیری النیسابوری (204ھ-261ھ)صحیح مسلم،دار السلام للنشر والتوزیح،الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، محرم 1421ھ-ابریل 2000م،کتاب الفرائض، باب: من ترک مالا فلورثتہ،رقم الحدیث: 4160، ص:707،708

[31]صحیح مسلم،کتاب الفرائض، باب: من ترک مالا فلورثتہ،رقم الحدیث: 4161، ص:708

[32]غلام رسول چیمہ، پروفیسر، اسلام کا معاشی نظام، چوہدری غلام رسول اینڈ سنز پبلشرز، لاہور 2012ء،ص: 100

تفاوت۔ جبکہ حقیقت میں دونوں ہی ملک کے لئے کام کرتے ہیں مگر اس قدر افراط و تفریط کیوں ہے ؟ جبکہ دونوں کی ضروریات زندگی بھی ایک جیسی ہیں اگر اس طرح کے معاملے میں مساوات کو قائم رکھا جائے تو عدل کی حدیں ٹوٹتی ہیں دراصل عدل سے مراد انسانی زندگی کے تمام شعبے خواہ معاشرتی معاملہ ہو یا معاشی سوچ ہو عدالتی دائرہ یا سیاسی فکر ہو انفرادی معاملہ یا اجتماعی جھنجھٹ ہو سب میں حقوق کی مناسب اور برابر تقسیم ہے۔ ہمارے معاشرے میں کچھ عرصے سے مساوات مرد وزن کا تصور اُبھرا ہے جو کہ اصل اَیورپ کی دین ہے مغرب میں مساوات مرد وزن کا نظریہ سب سے پہلے برطانیہ کے ایک دہریہ فلسفی جو کہ ایک ناول نگار بھی تھا کی بیوی، میری وولسٹون کرافٹ Marry Wollestone craft نے اپنی کتاب ''حقوق نسواں Vindication of the rights of the women ''میں پیش کیا تھا یہ کتاب 1792ء میں لکھی گئی، اسی کتاب میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ :

> Women should receive the same treatment as men in education, work opportunities,and politics and that the same moral standards should be applied to both sexes.
>
> ''تعلیم، روزگار اور سیاست کے میدان میں عورتوں کی وہی حیثیت تسلیم کی جائے جو حیثیت مردوں کو حاصل ہے اور دونوں صنفوں کے لئے اخلاقی معیار بھی یکساں ہونا چاہیئے''۔

آگے چل کر جان سٹورٹ مل John Stuart Mill اور اس کے ہم خیال لوگوں نے ''مساوات مرد وزن'' کے حق میں دلائل فراہم کرنے شروع کیئے جلد ہی یہ تحریک یورپ اور پھر امریکہ میں پھیلنے لگی تمام شعبہ حیات میں مساوات کا تصور ترقی پسندانہ نعرہ slogan کی حیثیت اختیار کر گیا جسکے خلاف کوئی بات کرنا ناگوار یا پس ماندگی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ پھر امریکہ میں خواتین نے اپنے حقوق کے حصول کے لیئے ایک تحریک چلائی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تصور نہایت وسعت پا گیا اور بالآخر اقوام متحدہ کے چارٹر میں ''مرد اور عورت کے حقوق برابر ہیں'' لکھوانے میں کامیاب ہو گئے مگر اس کے باوجود عورت کے مسائل حل نہیں ہوئے بلکہ اس کی مظلومیت میں اضافہ ہو گیا۔[33]

بہر حال بیسویں صدی میں ''مساوات مرد وزن'' کا تصور دنیا میں آہستہ آہستہ کافی مقبولیت حاصل کر گیا اور اسلامی ممالک میں بھی یہ تصور پنپنے لگا پاکستان بھی اس تصور کے سحر سے بچ نہ پایا اور یہاں کے بھی کچھ طبقوں نے اس نعرے پر زور دینا شروع کر دیا اب ہم اسلامی تصور کے مطابق اس کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

بشریٰ صادقہ لکھتی ہیں:

> جیسا کہ اسلام نے دنیا کو سب سے پہلے ''مساوات'' کا درس دیا لیکن اسلام کی اصل روح کے مطابق اس تصور کو سمجھنا ضروری ہے جیسا کہ اسلام عدل پر زور دیتا ہے تو عام طور پہ سمجھا جاتا ہے کہ عدل کا مطلب مساوات، برابری ہے یہاں تک تو بات ٹھیک ہے مگر عدل ایک نہایت وسیع اور جامع تصور ہے جس میں مساوات اس کا حصہ تو ضرور ہے مگر عدل کے مکمل تصور کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتا۔ اسلام عدل کی رُو سے معاشرے میں مساوات کا درس دیتا ہے یعنی کہ وہ عدل کی چھتری تلے مساوات کی تقسیم کرتا ہے جہاں تک مساوات مرد وزن کی بحث ہے انسانیت کے ضمن میں تو مرد و عورت برابر ہیں ان دونوں کے بنیادی انسانی حقوق بالکل برابر ہیں اس کے علاوہ نیکی و بدی کی جہاں تک بات ہے اس کی جزا و سزا میں بھی دونوں برابر کے حقدار ہیں یعنی انسان ہونے کی حیثیت میں دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے برابر ہیں۔[34]

---

[33] محمد بخش سلیم،کتاب الاخلاق،ناصر برادرز داتا دربار مارکیٹ،لاہور:1987ء،ص:25

[34] ترجمان القرآن (ماہنامہ)، بشریٰ صادقہ، مساوات مردو زن کا تصور اور اسلام، نومبر 2011

پھر جب معاشرے میں حقوق و فرائض کی بات آتی ہے تو یہاں دونوں میں ہر طرح سے مساوات قائم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی تخلیق، جسمانی ساخت، فطرت اور جذبات کی بناپر دونوں کو کچھ الگ الگ حقوق و فرائض تفویض کئے جو کہ ان کے لیئے ہر طرح سے موزوں ہیں اور ایک کامیاب مثالی معاشرے کی ضمانت ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

{ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاء بِمَا فَضَّلَ اللّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ }[35]

''مرد عورتوں پر حاکم و مسلط ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے''

مندرجہ بالا اصول خاندانی نظام زندگی کی کامیابی کے لیئے وضع کیا گیا۔ قرآن حکیم میں ہے:

{وَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً}[36]

''جو عورتیں تمھیں پسند ہیں دو دو یا تین تین یا چار چار اُن سے نکاح کر لو اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے''

مندرجہ بالا ''مشروط اجازت'' معاشرے کی پاکیزگی اور چند دیگر مسائل کی بناپر دی گئی۔ اور اسی طرح ایک جگہ فرمایا:

{يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ}[37]

''اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمھیں ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے''

اب یہ حکم مساوات کے بالکل متضاد ہے مگر عدل کی رُو سے بالکل درست ہے کیونکہ رب ذوالجلال والاکرام نے آدمی اور خاتون کی حیات کے دائرہ کار متعین کرتے ہوئے تمام تر معاشی ذمہ داری مرد پہ ڈال دی اور عورت کو اس سے استثنادے دیا تو اس تناظر میں یہ حکم عدل کے عین مطابق ہے۔ اس کے باوجود اسلام میں عورت کے معاشی تحفظ کا نہایت مکمل انتظام کیا گیا جس میں حق جائیداد، حق وراثت، حق مہر وغیرہ شامل ہیں علاوہ ازیں بیوگی اور مطلقہ ہونے کی صورت میں اس کے معاشی تحفظ کی خاطر خواہ انتظام کیا گیا جس کی تفصیل ابھی موضوع بحث سے متعلق نہیں ہے۔ جہاں تک بحیثیت انسان عزت اور ضروریات زندگی کا تعلق ہے ان میں مرد و عورت میں کسی بھی قسم کی کوئی تفریق موجود نہیں ہے فرمانِ الٰہی ہے :

{ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ }[38]

''اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسا دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے ''

رسول اللہ ﷺ عورتوں کے حقوق کی ادائیگی، حیا، لحاظ، برداشت کا مظاہرہ کرنے کی بہت سے مقامات پر تلقین فرماتے تھے خود آپ ﷺ بحیثیت والد اپنی دختران کے ساتھ، بحیثیت شوہر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنھم واجمعین کے ساتھ، اور بحیثیت مجموعی سبھی خواتین سے ان کا رویہ بے مثال رہا ہے، حضور ﷺ ہمیشہ خواتین کے ساتھ نرمی سے پیش آتے رہے کبھی بھی سختی سے پیش نہیں آئے اس مکمل و بے مثال رویہ کی عملی تعلیمات کی موجودگی میں دنیا بھر کی خواتین کو قیامت تک اور کسی بھی خود ساختہ مساوات و حقوق کے نظریہ کی ضرورت نہیں ہے ہمیں صرف حضور ﷺ کی اسوہ حسنہ کو سمجھتے ہوئے عملی طور پر اسے مشعل راہ بنانے کی ضرورت ہے۔

نتائج بحث: (Conclusion)

دنیا میں آج جو افراتفری و بدامنی موجود ہے ان سب کی بڑی وجہ عدل و انصاف سے محرومی اور مساوات کے مجروح کن نظریات ہیں جو کہ معاشرے میں عدم برداشت پیدا کرتے ہوئے ایک دوسرے کے احترام کو ناپید کرتی ہیں معاشرتی زندگی میں عدل و مساوات کی عدم موجودگی کے

---

[35] النساء 34:4
[36] النساء 3:4
[37] النساء 4:11
[38] البقرة 228:2

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

باعث ایک گمبھیر صورتحال مختلف ادیان کے تقدس اور ان کے درمیان بقائے باہمی کا معدوم ہو جانا ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ میں اس کے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں میثاق مدینہ میں تمام ادیان کے پیروکاروں کے لئے اپنے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی آزادی سیرت طیبہ نے دی ہے۔ اس نے بتایا کہ دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہے اور مذہب کا فرق رواداری، تعاون اور اخوت و محبت، باہمی اشتراق، عمل اور معاشرتی ہم آہنگی میں قطعاًرکاوٹ نہیں بنتا، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اپنے اپنے مذہب پر عمل کی ضمانت کے ساتھ زیادہ مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے، حضور نبی کریم ﷺ کی سماجی زندگی بڑی ہمہ گیر، وسیع اور ہر زمانے کی سماجی ضروریات میں رہنمائی عطا کرنے والی ہے۔اسوہ حسنہ کا موضوع ایسے روشن نقوش سے متصف ہے جن کی روشنی سے ہم اپنے معاشرہ کی کسی بھی قسم کی تاریکی کو جڑ سے ختم کر سکتے ہیں۔ سیرت طیبہ ﷺ کا سماجی پہلو آج بھی ایک روشن قندیل ایک بہترین اسوۂ حسنہ ہے مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ مکمل عافیت، برکت کی داعی، رہنما ہے اور ان کی پوری زندگی جامع طرز حیات ہے جو اخوت و محبت، امن و سلامتی کے ساتھ عدل و مساوات کا بھی درس دیتی ہے۔

عدل تمام محاسن کی اصل ہے اسی لئے قرآن کریم نے بہت مرتبہ عدل کا نظام قائم کرنے کا حکم دیا اور اس معاملے میں قرآن کریم نے دوست اور دشمن میں بھی کوئی تمیز روا نہیں رکھی، ہر ایک کے ساتھ عدل کا حکم دیا۔قرآنی تعلیمات کے مطابق عدل کی بدولت ہی نظام عالم قائم ہے، عدل و انصاف کے بغیر تو کاروبار دنیا درہم برہم ہو جائے اور یہ دنیا جہنم کا نمونہ بن جائے۔الغرض اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ اسلام نے جس طرح کا نظام عدل متعارف کرایا وہ اپنی اکملیت اور جامعیت میں دنیا کے تمام معاشرتی اور عدل کے نظاموں میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔اور اسلام کے پیش کردہ تصورِعدل کی سب سے اہم خاصیت تو یہ ہے کہ اسے صرف کاغذوں پر متعارف نہیں کرایا گیا بلکہ اسے اسلامی معاشرتی نظام میں عملی طور پہ نافذ بھی کر کے دکھایا اور نتیجتاً ایک کامیاب مثالی معاشرہ تشکیل پایا۔جو کہ ساری دنیا کے لئے ایک روشن اور قابل تقلید مثال ہے جس میں فلاح مضمر ہے۔

مزید تحقیق کے لئے چند ممکنہ نکات

اس موضوع کے متعلق مزید تحقیق کے لئے مندرجہ ذیل نکات زیر بحث لائے جاسکتے ہیں:

1: اسلام کی اساس کے مطابق عدل کی اہمیت وضرورت کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

2: قرآن وسنت کی رو سے عدل پیدا کرنے والے عناصر اور عدل کی مختلف صورتوں پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے۔

3: عصر حاضر کے تناظر میں عدل کے ناپید ہونے کی بناپر مرتب ہونے والے منفی اثرات پر روشنی ڈالی جائے، مثلاًان اثرات میں معاشرتی انتشار وفساد، معاشی پسماندگی، قانونی وانتظامی نقائص، عدالتی ناکامیاں وغیرہ شامل کی جائیں ۔